عہدِ وفا اور وفائے عہد

درسِ قرآن ———— خرم مراد

(۲)

ایمان کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت و مدد کے لیے اور اس کو غالب کرنے کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ یہی بات سورۃ توبہ کی مذکورہ آیت میں کہی جا رہی ہے۔ یہی وہ دعوت ہے جو قرآن کے صفحے صفحے پر بکھری ہوئی ہے، اسی دعوت کے لیے قرآن اُترا۔ رسول آئے، اُمتِ مسلمہ برپا کی گئی۔ گویا خدا کی حاکمیت کو دُنیا میں قائم کرنا سب سے اہم فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے اس کوشش کو جہاد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور جہاد کے بارے میں فرمایا ہے کہ کوئی اور عمل اس عمل کے برابر نہیں ہو سکتا۔ فرمایا:

"اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝

(سورۃ التوبہ: ۱۹-۲۱)

"کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی مجاوری کرنے کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھہرا لیا جو ایمان لایا اللہ پر اور روز آخر پر اور جس نے جانفشانی کی اللہ کی راہ میں۔ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ان ہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اُس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا وہی کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں اُن کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں"۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حرم کی پاسبانی سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا اَولیٰ و افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جہاد کرنے والوں کا ہی درجہ اُونچا ہے۔ وہی کامیاب اور سرفراز ہیں، رحمت اور رضوان کی بشارتیں انہی کے لیے ہیں اس جہاد کی دعوت ہے جو پوری اُمت کو دی گئی ہے۔

پھر فرمایا: "تُوَقِّرُوْهُ"

یعنی تم اس کی توقیر کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر سے یہاں مراد یہ ہے کہ ایک مومن کا سارا وجود اُس کی اطاعت اور محبت اور اس کے عشق سے عبارت ہونا۔ دراصل یہی وہ توقیر ہے کہ جس پر ہماری اُمتِ مُسلمہ کا نظامِ جماعت قائم ہوتا ہے۔ اسی سے وہ وابستگی، استحکام، مضبوطی اور ربط پیدا ہوتے ہیں، جن سے ایک جماعت فی الواقع ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑی ہوتی ہے۔ اگر عشق کے اس جذبے کو درمیان سے نکال دیا جائے تو مسلمان ریت کی دیوار بن کر رہ جاتے ہیں۔

اور دیکھیے، کہیں فرمایا:

"رسولؐ کے بلانے کو دوسرے لوگوں کے پکارنے کی طرح نہ سمجھ لینا"

کہیں یہ ارشاد ہوا:

"اپنی آواز کو رسولؐ کی آواز سے بلند نہ کرنا"

کہیں یوں خبردار کیا گیا:

"اپنے آپ کو رسولؐ سے آگے نہ بڑھانا"۔

گویا کہ نہ رسولؐ کے نقوشِ قدم سے تجاوز جائز ہے نہ اپنی رائے یا پسند و ناپسند کو رسولؐ کی رائے اور پسند و ناپسند پر ترجیح دینے کی اجازت ہے۔ ان تمام ارشادات کے نتیجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اور ان کے مرتبہ کا یقین ہوتا ہے اور ان ارشادات سے از خود یہ بات نکلتی ہے کہ یہ وہ تعلق اور رشتہ ہے جو ایک درجہ اور پیمانہ پر ہر زمانے میں جماعت کے اندر موجود ہونا چاہیے۔ خاص طور پر اس جماعت میں جو خدا کے دین کی نصرت کے لیے کھڑی ہوئی ہو۔ فرمایا:

"وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا" (الفتح-۹)

"اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرو"۔

تسبیح کے معروف معنی تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بڑائی بیان کرنا ہے لیکن قرآن کریم میں تسبیح کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے اصل معنی کسی کام کو تیزی کے ساتھ کرنے کے ہیں۔ چنانچہ ستاروں، چاند اور سورج کے بارے میں کہا گیا۔

"كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ" (الانبیاء-۳۳)

"سب کے سب فلک میں تیر رہے ہیں"۔

دوسری جگہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی ہدایت کی گئی کہ آپ رات کو کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کریں اور قیام کریں، آدھی رات یا اس سے کم یا اس سے زیادہ اس کے لیے قرآن نے "سَبْحًا طَوِيلًا" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یعنی یہ آپ کے لیے بڑی لمبی تسبیح کا شغل ہے۔ درحقیقت یہ ایک استعارہ ہے دعوتِ حق کے کام کے لیے جو آپ کر رہے تھے اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے خود اپنے فریضے کو جن الفاظ میں ادا کیا وہ یہ تھے:

"كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا، وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا" (طٰہٰ-۳۳-۳۴)

"تاکہ ہم آپ کی تسبیح کثرت سے کریں اور آپ کا ذکر کثرت سے کریں"۔

یہاں صبح و شام ذکر کرنے سے مراد نماز بھی ہو سکتی ہے اور ہے اس لیے کہ اگر صیغہ حکم کا ہو تو نماز ہی وہ فعل ہے جس میں تسبیح موجود ہے اور اس کے اندر ہر قسم کا ذکر اور دعوتِ حق کا دائمی کام بھی شامل ہے۔ اس مقدس کام کو صبح و شام اور مسلسل ہونا چاہیے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن پکارا، کھلے اور چھپے پکارا۔ مطلب یہ کہ تسبیح اس طرح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی جانب دھیان دل میں رہے، زبان پر رہے اور ہر آن رہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب بندوں کو بلانے کا کام بھی دن رات جاری رہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ" (الفتح۔ ۱۰)

"جو لوگ آپ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں"

آپ جانتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی اس کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں کہ یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کی جانے والی بیعت ہے یا اس عام بیعت کی جانب اشارہ ہے جو ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان اپنے خدا اور اپنے رسولؐ کے ساتھ کرتا ہے۔ بہرحال اس بات پر سب متفق ہیں کہ اس بیعت کے مفہوم میں وہ بیعتِ ایمان، وہ عہدِ وفا بھی شامل ہے، جو ایک بندۂ مومن اپنے رب اور رسول سے کرتا ہے فرما دیا گیا کہ جو لوگ یہ بیعت کرتے ہیں وہ پھر کسی انسان یا کسی جماعت کے ساتھ بیعت نہیں کرتے بلکہ وہ یہ بیعت یعنی عہد اپنے رب، اپنے مالک اور اپنے آقا کے ساتھ باندھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اس عہدِ وفا کی عظمت، اس کی نزاکت اور اس کی گرانباری کا بیان کس طرح ہو سکتا ہے۔

لیکن اب ذرا ظاہر بین آنکھیں بند کر کے اور دل کی آنکھیں کھول کر دیکھیں۔

"يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ" (الفتح ۔۱۰)

"ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے"

خیال میں لائیے، کہ یہ کیسی بیعت، کیسا معاہدہ اور کیسا عہدِ وفا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا۔ حالانکہ وہ تجسیم سے بالا ہے۔ دراصل تمثیل کے پیرائے میں فرمایا گیا ہے

کہ اس کا ہاتھ بھی ان کے ہاتھ کے اُوپر ہے اس کا ایک مطلب یہ ہوا کہ یہ اتنی اہم اور گراں بار ذمہ داری ہے کہ اس کا احساس اگر آدمی کا دل کر لے تو اس کا قلب پاش پاش ہو جائے ۔ آخر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی تو وہ امانت ہے جو ہمارے سپرد ہوئی ہے اور اس امانت کے تقاضے پورے کرنے کا عہد ہے جو ہم نے باندھا ہے ۔ اس کتاب کے بارے میں ایک جگہ ارشاد ہوا کہ اگر یہ پہاڑ کے اُوپر بھی اُتاری جاتی تو وہ پاش پاش ہو جاتا ۔ اور یہ وہ امانت ہے کہ جس کو اُٹھانے سے پہاڑوں، زمینوں اور آسمانوں نے بھی انکار کیا اور وہ ڈر گئے کہ اس امانت کے تقاضے پورے کرنے کا عہد گویا خالقِ کائنات کے ہاتھ پر عہد کرنا ہے اور اس حوالے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس بیعت کی عظمت و رفعت اور وقعت کیا ہے ۔ دراصل اس گراں بار ذمہ داری کا صحیح احساس پیدا کرنا ہی ہماری سب سے بڑی ضرورت ہے ۔

" اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کے اُوپر ہے " کے جملے میں خوف کے ساتھ ساتھ اطمینان سکون اور لذت کا سامان بھی موجود ہے ۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کے اُوپر ہے تو اُس کی نصرت اور اس کی تائید و توفیق اور مدد بھی ہمارے شاملِ حال ہوگی ۔ شہادتِ حق، دعوت الی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ کا عہد پورا کرتے ہوئے اس سے بڑھ کر طمانیت اور لذت اور کس بات میں ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔ اس میں ٹھنڈک بھی ہے اور حرارت بھی ۔

اس میں عزم کی پختگی اور حوصلہ کی بلندی بھی ہے اور ولولوں اور آرزوں کی گرم جوشی بھی ۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کی جانب ایک انتہائی کٹھن اور خطرناک مشن پر بھیجا تو ان الفاظ میں تسکین کا سامان فراہم کیا ۔

" اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی " (طٰہٰ)

" میں تم دونوں (بھائیوں) کے ساتھ ہوں (ہر بات) سنتا رہوں گا اور (ہر حرکت) دیکھتا رہوں گا "

یہی بات ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائی گئی ۔

" فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا ۔ (الطور ۔ ۴۸)

" پس تو اپنے رب کے حکم سے ڈٹ جا تو (براہ راست) ہماری نگاہ میں ہے"۔
اور یہی بات ہم سے کہی گئی ہے۔

" وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ " (الحدید)

" اور وہ تمہارا ساتھی ہے جہاں کہیں جیسے بھی حالات میں تم ہوتے ہو"۔

ایسے آقا کی راہ میں چلنے، کٹنے اور پٹنے میں لذت دو چند ہو جاتی ہے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ پر ہے، اس کی نگاہیں ہم کو داد دے رہی ہیں اور حوصلہ بڑھا رہی ہیں۔

دل کی سچائی اور عہد کی پاس داری کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی جان، اپنا مال، اپنی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی نذر کر دے اور جب تک وہ یہ سودا نقد نہ چکا سکے اس وقت تک اس کے دل میں انتظار، شوق اور آرزو کی آگ سلگتی رہے کہ وہ لمحہ کب آئے گا جب میں اپنی متاع ہستی، اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر سکوں گا۔

" مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ،
فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ " (الاحزاب-۲۳)

" مومنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے اس عہد کو سچا کر دکھایا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا تھا، ان میں سے بعض نے اپنی نذر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دی اور بعض وہ ہیں جو منتظر ہیں (بےچینی کے ساتھ) کہ کب وہ مرحلہ آئے جب وہ اپنی نذر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیں"۔

لیکن جس نے اپنے اس عہد کو توڑا اور ان دو راہوں کے علاوہ کوئی تیسری راہ اختیار کی یا اس بیعت پر دوسری چیزوں کو ترجیح دینا شروع کر دیا تو پھر۔

" يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ " (النساء-۱۱۱)

" یہ کمائی اسی کے لیے وبال ہو گی"۔

پھر فرمایا۔

" فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ " (الفتح-۱۰)

"اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اس کی اپنی ہی ذات پہ ہوگا۔"

عربی زبان میں "علیٰ" کے لفظ میں وبال کا تصور شامل ہے گویا اس عہد شکنی کا پورا وبال خود اس کے اپنے نفس کے اُوپر آتا ہے۔ اس عہد شکنی کے جو نتائج رُونما ہوں گے ان کی تفصیل تو اس مختصر وقت میں ممکن نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کا خاص طور پہ ذکر فرمایا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو لوگ اپنا عہد توڑتے ہیں ان کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے۔

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً" (المائدہ - ۱۳)

"ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کے اُوپر لعنت کی، ان کو اپنی رحمت سے دُور کر دیا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔"

"لعنت کیوں؟"

یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امانت، وحی و کتاب کی امانت بہت بڑی امانت ہے۔ اس کتاب کی گواہی دینا نہ صرف ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے بلکہ ہم پر سب سے بڑا حق اللہ کا حق ہے جس نے کتاب دی۔ فرشتوں کا حق ہے جو کتاب لائے۔ رسولوں کا حق ہے جنہوں نے کتاب پہنچائی۔ ان سارے انسانوں کا حق ہے جو اس کتاب کی روشنی کے بغیر گمراہی اور تاریکی کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ دُنیا و آخرت کے خسران کا شکار ہونے والے ہیں اور آگ میں گرنے والے ہیں۔ صرف کتاب اللہ کی امانت کے پاسبانوں کی کوتاہی کی وجہ سے۔

کوتاہی، کمی، نقص یا عہد شکنی ایک بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ "جو لوگ اس روشنی اور نعمت کو چھپاتے ہیں، جو کتاب ان پر اُتاری گئی ہے اس کو وہ کھول کر بیان نہیں کرتے اُن پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتا ہے اور سارے لعنت کرنے والے

بھی لعنت کرتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اس لعنت سے بچیں اور رحمت انہی کو نصیب ہوگی جو توبہ کریں، اپنے جان و مال کی اصلاح کریں اور کھل کر حق کی گواہی دیں۔" انہی کی طرف میں توجہ کروں گا۔"

پھر آگے چل کر فرمایا:

"جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں درآنحالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ البتہ جو اس روش سے باز آجائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ وہ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگیں، اُن کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔" (سورۃ البقرہ ۔ ۶۰-۱۵۹)

یہ عہد شکنی اور اپنے عہد سے لاپروائی و تغافل کا معاملہ انسان کیوں کرتا ہے؟ اس کی وجوہات بہت سی ہیں جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ تفصیل کا وقت نہیں لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ معاملہ انسان اُس وقت کرتا ہے کہ جب اُس کی نگاہ نصب العین سے ہٹ جائے اور دوسرے مقاصد اس کی توجہات کا مرکز و محور بن جائیں۔ ان مقاصد اور توجہات میں سب سے بڑی چیز اس دُنیا کا ساز و سامان، اس کی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں۔ دل کے پھسلنے کی اس کیفیت سے صراطِ مستقیم چھوٹ جاتی ہے، راہ کھوٹی ہو جاتی ہے اسی لیے تو قرآن میں بار بار ہدایت دی گئی ہے۔

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ۔

(الحجر۔ ۸۸)

"تمہاری نگاہ کھنچ کر بھی اس چیز کی طرف نہ جائے جس سے ہم نے دوسروں کو نوازا ہے اور مالا مال کیا ہے۔"

جب نگاہ اُٹھتی ہے تو اُٹکتی ہے، جب نگاہ اُٹکتی ہے تو دل پھسلتا ہے تو پھر قرار وفا کہاں ٹھہرے اور کیسے ٹھہرے۔ اس آیت کی تفسیر معلوم کرنا ہو تو سر کی آنکھوں سے اپنے

اِردگرد دیکھیے، اپنا معاشرہ دیکھیے، خود اپنے آپ کو دیکھیے۔ آخر میں اجر کا بیان ہوا۔

" وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ٥

(الفتح - ۱۰)

" اور جو اس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے،

اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو بڑا اجر دے گا۔"

یہ اجر عظیم کیا ہے ؟

قرآن مجید نے اس کی بھی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اس وقت تفصیل میں جانا ممکن نہیں۔ مختصراً یہ کہ نصرت کا وعدہ ہے۔

" نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ " (الصف - ۱۳)

" مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی مدد اور قریبی فتح کی بشارت دے دیں۔"

خلافت کا وعدہ ہے۔ (النور)

سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اس سے بڑھ کر ایک مرد مومن کے لیے اور کیا بشارت ہو سکتی ہے کہ جب وہ اس دنیا میں رب کا کلمہ بلند کر رہا ہے، گرد و پیش کے لوگوں کو پکار رہا ہے اور ایسے عالم میں ہر آن اور ہر گام پہ اللہ تعالیٰ اس کا رفیق ہے، جو سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب وہ فرعون کے دربار میں بھیجے گئے رب سمیع و بصیر نے انہیں ان الفاظ میں بشارت دی کہ " میں تمہارے ساتھ رہوں گا، سنوں گا اور دیکھوں گا" جو کچھ تم کرو گے اور جو بھی تم پر گزرے گی ــــ اور یہی بات ایک دوسرے پیرائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی گئی کہ " ہمارے حکم پر مضبوطی سے جم جاؤ تم ہماری نگاہوں کے سامنے ہو" یہاں بیان لطیف اور محبت آمیز ہو گیا ہے۔

" وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ "۔ (المائدہ - ۱۲)

" اور اللہ نے ان سے کہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نے نماز

قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے اور میرے رسولوں کو مان کر ان کی مدد کرتے رہے۔"

اور یہی مژدہ ان سب لوگوں کو سنایا جنہوں نے اپنے عہدِ وفا کو نبھایا۔ اس دنیا میں سب سے بڑا اجر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو گی۔ اگرچہ آخرت میں بھی یہ معیت حاصل ہو گی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنے تمام انعامات اور برکات سے نوازے گا۔ رحمت اور فوز و فلاح سے عبارت ہوں گے۔

دوستو اور ساتھیو! قرآن کریم کے اس چھوٹے سے حصے میں ہمارا ہی تذکرہ ہے۔ ہمارا ہی بیان ہے۔ ہم ہی مخاطب ہیں اس لیے کہ یہ گروہ اور یہ قافلہ وہ ہے جس نے اپنا سفر اس عزم کے ساتھ شروع کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایک ایک بندے مرد، عورت اور بچے تک اللہ تعالیٰ کی بندگی کا پیغام پہنچائیں گے کہ وہ ان کے سامنے حق کے گواہ بن کر کھڑے ہوں گے۔ اس راہ میں اپنا مال، اپنی جان اور اپنی تمام بہترین صلاحیتیں لٹا دیں گے۔ یہاں تک کہ زندگی میں یہی ایک مقصد تمام مقاصد پہ حاوی و غالب ہو جائے گا۔ اسی چیز کو ہم نے اپنے ہاں ان الفاظ کے ساتھ رقم کیا تھا کہ:

"ہم اپنی دوڑ دھوپ، سعی و جہد کو اقامتِ دین کے نصب العین پر مرکوز کر دیں گے اور اپنی حقیقی ضرورتوں کے علاوہ تمام ان دلچسپیوں سے دست کش ہو جائیں گے جو اس نصب العین کی طرف نہ لے جاتی ہوں۔"

یہ وہ منزل ہے جس پر ہمارا عہد پورا ہو گا اور جب تک یہ عہد پورا نہیں ہو گا اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمارے ساتھ نہیں ہو گی ــــ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن